معاشرتی جرائم کے اسباب، اقسام اور انسداد قرآن وسنت کے تناظر میں

محمد امین اللہ [1] ڈاکٹر آفتاب احمد [2]

Abstract

Crime is one social issue that has caught everyone's eye. Crime has various branches; there are lots of different types of crime.

Major crimes that are the main cause of concern include Kidnapping, Theft/Robbery, Murder, Rape, Child Abuse (Verbal and physical), Terrorism (Bombings etc), and identity fraud so on and so forth. There are different ways, theories and ideas as how to stop all these crimes.

Murder and its prevention:When a person is killed by another against his or her will, it is labeled murder. We find in Islam there are some strong solutions for these kinds of crimes. I try my level best to give these solutions in the light of shariah.

Keywords: Crime,Society,Prevention.

حمد وستائش اس ذات پاک کے لیے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود وسلام اس کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا عصر حاضر میں پوری دنیا کو جو مشترکہ مسئلہ درپیش ہے جس سے دنیا کے اکثر ممالک دوچار ہیں اور اسکی سرکوبی کے لئے نبرد آزما ہیں وہ ہے جرائم جسکے اسباب اور انسداد کے لئے دنیا بھر کے دانش وروں نے اپنی فکری توانائیاں صرف کر ڈالی ہیں۔اور مختلف دانشوروں نے انکے مختلف اسباب و محرکات اور ان کے انسداد کے طریقے بتائے، تاہم ذیل میں ہم قرآن وسنت کی روشنی میں جرائم کے معانی ومفاہیم، اسباب و محرکات اور انسداد پر مختصر روشنی ڈالنے کی کوشش کرینگے۔

جرم کا معنی ومفہوم

جرم عربی زبان کا لفظ ہے۔جو گناہ، قصور اور خلاف قانون حرکت یا قابل سزا فعل کو کہا جاتا ہے۔[3]

لفظ جرم ''الجرم'' مصدر سے ماخوذ ہے۔اسکی جمع جروم اور اجرام ہے۔[4]

جرم کو عربی میں ذنب بھی کہتے ہیں جسکی جمع ذنوب ہے۔اسکا مطلب گناہ یا قصور ہے۔[5]

اکثر فقہانے جرم کو جنایت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا ہے۔جو اس فعل کو کہا جاتا ہے جو شرعاً حرام ہے خواہ وہ فعل کسی کی جان ومال کے خلاف ہو یا کوئی اور ہو۔[6]

جرم اردو زبان میں بھی عربی سے آیا ہے۔انگریزی زبان میں جرم کو کرائم(crime) یا اوفینس(offence) کہتے ہیں۔ جسکا مطلب غیر قانونی حرکت، جرم، مذموم حرکت اور جذبات کو مجروح کرنا ہے۔[7]

---

[1]۔ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی

[2]۔اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، شہید بے نظیر بھٹو یونیورسٹی شیر انگل اپر دیر

اصطلاحی مفہوم

جرم کے اصطلاحی معنی کے بارے میں مفکرین کی مختلف آراء ہیں۔تاہم معمولی فرق کے ساتھ سب کا مفہوم قریب قریب ہے۔

1۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے امام ماوردی کے حوالے سے جرم کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ ''جرم ایسی ممنوعات شرعیہ کا نام ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے حد مقرر فرمائی ہو یا تعزیر کے ذریعہ ان سے منع کیا گیا ہو۔

''الجرائم محظورات شرعیۃ زجر اللہ عنھا بحد او تعزیر[8]

2۔ حقوق کی خلاف ورزی پر اگر چارہ حق عام خلائق کو حاصل ہے تو اسے جرم کہتے ہیں۔

3۔ جرم کسی ایسے کام کرنے کو کہا جاتا ہے جسے کتاب وسنت نے ناجائز قرار دیا ہو یا ایسے کام کا نہ کرنا ہے جسے کرنے کا قانون نے حکم دیا ہے۔اصطلاح شریعت میں قانون سے مراد قرآن وسنت ہے۔[9]

4۔ قانونی لحاظ سے جرم وہ فعل ہوگا جو قانون کی نگاہ میں قابل سزا ہو اور مجرم وہ جو از روئے قانون کسی ممنوع فعل کا مرتکب ہوا ہو۔

5۔ جرم وہ افعال ہیں جو قانونی طور پر معاشرے میں ممنوع ہیں۔[10]

6۔ جرم ہر ایسا فعل یا فرض سے تغافل ہے جس کی قانون میں اجازت نہ ہو۔ریاست کچھ افعال کو متعین کرتی ہے جن سے روکا جاتا ہے اور ان جرائم کے ارتکاب کی سزا جرمانے، قید یا اور قسم کی سزا کی صورت میں دیتی ہے۔کچھ استثنائی صورتوں میں کچھ فرائض سے تغافل بھی جرم کے زمرے میں آتا ہے۔مثال کے طور پر کسی شخص کی خطرے میں مدد نہ کرنا یا کسی بچے کے غلط استعمال کی رپورٹ نہ کرنا۔

An act or omission which is prohibited by criminal law Each state out a limited series of (crimes) which are prohibited and punishes the Commission of these acts by a fine. Imprisonment or some other form of punishment .in exceptional cases, an omission to act can constitute crime, such as failing to give assistance to a person in person in peril or falling to report accuse of child abuse.[11]

جناب ایم اے سلہری رقم طراز ہے:

> ''کہ مختلف معاشروں میں جرم کی تعریف بھی مختلف ہوسکتی ہے تاہم انتہائی عام فہم الفاظ میں اگر جرم کی تعریف کرنے کی کوشش کی جائے تو یہی کہنا کافی سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ کسی شخص کا وہ فعل ہے جس کی ملکی قانون نے کوئی سزا مقرر کر رکھی ہے۔[11]

جرائم کے اسباب ومحرکات

مغربی دانشوروں نے جرائم کے کئی اسباب بتلائے ہیں، قرآن وسنت میں بھی جرائم کے تقریباً وہی اسباب ہیں۔چنانچہ ان میں سے بعض کا مختصر اً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1۔غربت(poverty)

معاشرہ عام طور پر غریب افراد پر مشتمل ہوتا ہے جو اقتصادی بدحالی سے تنگ آکر جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔اس طرح بغیر محنت شاقہ کے دولت انہیں آسانی سے میسر آتی ہے اور وہ جرائم کے عادی بن جاتے ہیں۔منشیات کی لعنت بھی غربت کے خاتمے کے لئے متعارف ہوئی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں بھی فقر و تنگدستی سے پناہ مانگی گئی ہے اور غربت کو کفر کا سبب قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يكونَ كُفْرًا

قریب ہے کہ غربت ہو جائے کفر۔[12]

2۔(جنگ)(war)

ارتکاب جرم کے اسباب میں ایک بڑا سبب زمانہ جنگ بھی ہے جنگ کی وجہ سے زرعی اجناس کی قلت پیدا ہو جاتی ہے۔ چوری، ڈکیتی اور حرابہ عام ہو جاتا ہے۔ جنگ اپنے ساتھ تباہی کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل لاتی ہے۔

ان تمام مصائب میں جرم کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔

3۔(تعزیری عمل میں غفلت اور سستی carelessness and Laziness in punitive Action)

تعزیری عمل میں غفلت اور سستی یعنی ملزمان کو سزا اگر سزا کے نظریے کے تحت نہ دی جائے یا تعزیری عمل میں غفلت اور سستی برتی جائے تو معاشرہ کو نہ تو انصاف فراہم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی جرائم کی بیخ کنی ممکن ہو سکتی ہے۔ جرم کیلیے اگر تعزیری عمل سست روی کا شکار ہو تو معاشرہ میں نہ صرف جرائم عام ہو جاتے ہیں بلکہ افراد و معاشرہ کی جان و مال بھی غیر محفوظ رہتے ہیں۔ مجرم کو اگر جلد اور فوری سزا دی جائے، نقصان دہندہ سے اگر نقصان کا ازلہ کرادیا جائے اور مظلوم کی دادرسی کی جائے تو معاشرہ سے نہ صرف جرائم کا خاتمہ ہوتا ہے بلکہ معاشرہ امن کا گہوارہ بھی بن سکتا ہے۔

4۔(اخلاقی گراوٹ)(Immorality)

ماہرین جرمیات کا کہنا ہے کہ اخلاقی گراوٹ بھی جرم کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اخلاقی گراوٹ اس وقت شروع ہوتی ہے جب انسان کا ضمیر مر جاتا ہے اچھے اور برے کی پہچان ختم ہو جاتی ہے اور جب انسان شعور کی اس منزل تک آ پہنچے تو پھر جرائم کا آغاز ہوتا ہے۔ بحیثیت مجموعی اخلاقی گراوٹ اگر پورے معاشرے کی ہو گی تو وہاں زیادہ جرائم ہونگے۔ اچھائی ناپید ہو گی۔ اگر فرد واحد میں اخلاقی گراوٹ ہو گی تو پھر ہر قسم کے جرائم کا ارتکاب کرے گا۔

5۔ (مذہبی نظریات سے انحراف)(Deviation from religious thoughts)

جرم کے اسباب میں سب سے بڑا اور اہم سبب مذہب اور مذہبی نظریات سے انحراف ہے۔ ماقبل میں جو اسباب بیان ہوئے ہیں جزئی طور پر وہ سب جرائم میں اضافہ کا سبب بن رہے ہیں، لیکن جو شخص بھی بصیرت کی نگاہ سے حالات کا جائزہ لے گا وہ اس حقیقت تک پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ چیزیں جرائم کے بنیادی اور اصل اسباب نہیں ہیں کیونکہ اگر جرائم کے صرف یہی اسباب ہوتے تو وہ ممالک فرشتوں کی بستی بن جاتے جہاں ان میں سے ایک بھی نہیں پایا جاتا۔ یہاں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہیں کہ جرائم کا اصل سبب یہ غربت و افلاس ہے اور نہ احتسابی عمل میں غفلت و سستی، واقعہ یہ ہے کہ جرائم کا اصل سبب وہ بیمار ذہنیت ہے جس نے صرف اس فانی زندگی کے مادی منافع اور لذتوں کو اپنا سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ خوف خدا اور آخرت سے ناآشنا یہ ذہنیت مرنے کے بعد کسی ابدی زندگی کی قائل نہیں، جو یہ سمجھتی ہے کہ جب

موت میری آنکھیں بند کر دے گی تو پھر کبھی نہ کھل سکیں گی، جسے آخرت کی پیش گوئیاں (معاذاللہ) محض افسانہ معلوم ہوتی ہیں اور جنت ودوزخ کے تذکرے محض ایک خواب محسوس ہوتے ہیں۔

لہذا جب تک یہ بیمار ذہنیت ختم نہ ہو اس وقت تک انسانوں کی کوئی تدبیر جرائم کو ختم نہیں کر سکتی۔

معاشرتی جرائم کی قسمیں

1۔ قتل اور خودکشی

اسلامی شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد انسانی زندگی کا تحفظ ہے، ایمان کے بعد شاید انسانی جان کی حفاظت سے بڑا کوئی فریضہ نہیں اور کفر کے بعد قتل ناحق سے بڑھ کر غالباً کوئی گناہ نہیں، کفر کے علاوہ قتل ہی ایسا جرم ہے جسکی سزا دوزخ کا دائمی عذاب قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

مَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا[13]

جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے اسکی سزا دوزخ ہے، وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہوتا رہے گا، لعنت ہوتی رہے گی اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ مومن کے بارے میں یہ بات ناقابل تصور ہے کہ وہ جانتے بوجھتے کسی مسلمان کے قتل کا مرتکب ہو۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاءً[14]

قرآن کی نگاہ میں ایک نفس انسانی کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے، اور ایک شخص کی زندگی کو بچانا گویا پوری انسانیت کو بچانا ہے۔[15]

قتل انسانی کی احادیث مبارکہ میں بھی شدید وعیدیں آئی ہیں، جن سے قتل کی حرمت ثابت ہوتی ہیں۔

چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ:

اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ

قیامت کے دن سب سے پہلے انسانی خون کے بارے میں فیصلہ ہوگا۔[16]

خودکشی بھی ایک بہت بڑا معاشرتی جرم ہے خصوصاً موجودہ معاشرہ میں اس کا بڑھتا ہوا رجحان انتہائی مایوس کن ہے اسلامی شریعت میں جیسے ایک انسان کا دوسرے کو قتل کرنا جائز نہیں، اسی طرح خودکشی بھی حرام ہے، کیونکہ انسان خود اپنی جان کا مالک نہیں بلکہ اس کا امین ہے اور

خودکشی اس امانت میں خیانت ہے۔

احادیث مبارکہ میں خودکشی کرنے والے کے بارے میں بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔

1۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابو ھریرہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جو اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کرے وہ دوزخ میں رہے گا، اور ہمیشہ اسی طرح کرتا رہے گا۔ جس نے زہر پی کر خودکشی کرلی تو وہ دوزخ میں ہمیشہ اسی طرح زہر خورانی کرتا رہے گا، اور جس شخص نے لوہے کے ہتھیار سے خود کو ہلاک کیا ہو وہ دوزخ میں بھی ہمیشہ اپنے پیٹ میں ہتھیار گھونپتا رہے گا۔[17]

2۔ خودکشی کرنے والے کی رسول خدا ﷺ نے نمازِ جنازہ ہی نہیں پڑھی، حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے خودکشی کرلی آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔[18]

2۔ سرقہ اور غصب

انسانی ذات کے تحفظ کی طرح احکام شریعت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد مال کا تحفظ بھی ہے۔ جس طرح انسان اپنے مملوکہ مال میں شریعت کی ہدایات اور تحدیدات سے متجاوز ہو کر تصرف نہیں کر سکتا، اسی طرح اسے دوسروں کے املاک میں بھی ناجائز تصرف کی اجازت نہیں ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔

وَلَاتَاكُلُوْااَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔[19]

اور نہ کھاؤ ایک دوسرے کا مال اپنے درمیان باطل اور ناحق کیساتھ۔

دوسروں کے اموال اور املاک میں باطل طریقہ پر دراندازی کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ مالک کی رضامندی ہی سے مال حاصل کیا جائے لیکن اس کے لیے وہ راستہ اختیار کیا جائے جسکو شریعت نے منع کیا ہے، جیسے ربا (سود) اور قمار (جوا)۔

دوسری صورت یہ ھے کہ کسی کا مال خود مالک کی رضامندی کے بغیر حاصل کر لیا جائے۔ اگر یہ مال خفیہ طریقے سے حاصل کیا گیا ہو تو سرقہ ہے اور اگر اعلانیہ اور چھین کر حاصل کیا گیا ہو تو غصب ہے۔

سرقہ (چوری) کی تعریف

سرقہ کے لغوی معنی کسی چیز کو چھپا کر یا حیلہ بازی کے ذریعے لینے کے ہیں۔

اَخْذُالشَّیٔ فِیْ خِفاءوَحیلةٍ[20]

سرقہ کی تعریف کے بارے میں فقہاء کرام کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ "کہ مکلف اور تندرست شخص کا مقام محفوظ سے، بقدر نصاب مال، ارادۃ اور خفیہ طریقہ سے لینے کو سرقہ کہا جاتا ہے۔

غصب (چھیننا) کی تعریف

غصب کے معنی لغت میں دوسرے کی چیز لے لینے کے ہیں مال ہو یا کچھ اور۔ اَخْذُالشَّیٔ ظُلْمًا۔ کسی کی کوئی چیز ناحق لینا۔[21]

اصطلاحی تعریف

هُوَاَخْذُمَالٍ مُتَقَومٍ مُحتَرمٍ بِغَيْرِاِذْنِ الْمَالِكِ علَى وجه يزيل يده

کسی محترم اور قیمتی مال کا مالک کی اجازت کے بغیر اس طرح لینا کہ اسکا تصرف بالکل ختم ہو جائے۔[22]

3۔ حرابہ (رہزنی)

اسلام کے قانون جرم وسزا میں جن چند جرائم کی سزا شرعی طور پر متعین اور مشخص کر دی گئی ہے ان میں ایک "حرابہ" بھی ہے، اسی کو بعض فقہاء نے "قطع طریق" سے بھی تعبیر کیا ہے۔

تعریف

الخروج علی المارة لاخذ المال علی سبیل المغالبة علی وجه یمتنع لمارة عن المرور وینقطع الطریق، سواء کان القطع من جماعة او من واحدٍ بعد ان یکون له قوة القطع، وسواء کان القطع بسلاح او غیره من العصاء والحجر والخشب ونحوها، لان انقطاع الطریق یحصل بکل من ذالک، وسواء کان بمباشرة الکل او الشبیب من البعض بالاعانة والاخذ الخ۔[23]

"قطع طریق" راستہ چلنے والوں پر مال لوٹنے کی غرض سے حملہ آور ہونے کا نام ہے، چاہے فرد واحد ایسا کرے یا افراد واشخاص کی جماعت مل کر اس کی مرتکب ہو، نیز اس کے اندر رہزنی کی قوت بھی موجود ہو، اس کے لیے کسی ہتھیار کا استعمال کیا جائے یا لکڑی پتھر اور لاٹھی کا، اور وہ سب کے سب مال چھیننے اور غارت گری کرنے میں عملاً شریک ہوں، یا کچھ لوگ عملاً شریک ہوں اور کچھ لوگ بالواسطہ معاون ہوں۔

حرابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ[24]

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں۔[25]

غصب ہو یا سرقہ، حرابہ ہو یا ڈاکہ زنی یہ مالی جرائم میں سرفہرست ہیں، قرآن وسنت میں انکے مرتکبین کیلیے بہت سخت وعیدیں اور سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ کیونکہ ان افعال سے ایک طرف تو غیر کا مال لیا جاتا ہے اور دوسری طرف مالک کو اس سے دکھ اور تکلیف پہنچا کر اسکی دل آزاری کی جاتی ہے۔ قرآن کریم نے چور کی سزا قطع ید (ہاتھ کاٹنا) مقرر کی ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا[26]

کہ چور مرد اور عورت کا ہاتھ کاٹ دو۔

جبکہ غصب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ ظَلَمَ قِیْدَ شِبْرٍ مِّنَ الْاَرْضِ طُوِّقَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ۔[27]

جس نے بالش بھر زمین کسی کی ظلماً لے لی قیامت کے دن اسے ساتھ زمینوں کا ہار پہنایا جائے گا۔

4۔ ربا (سود)

لغوی معنی: لغت میں "ربا" کے معنی "زیادت" اور اضافہ کے ہیں۔[28]

ارشاد خداوندی ہے:

فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ اھْتَزَّتْ وَرَبَتْ[29]

اصطلاحی معنی

فَضْلُ مَالٍ لَایقابِلُهُ عِوَضٌ فِیْ مُعَاوَضَةِ مَالٍ بِمَالٍ

ربا اس مال کو کہتے ہیں کہ جو مال کے عوض مال لینے میں زیادتی ہو۔[30]

حرمت ربا

ربا "سود" ایک معاشرتی ناسور ہے اور مالی جرائم میں سب سے بڑا اور سنگین جرم ہے۔ سود کی حرمت اور سودی لین دین کے بارے میں قرآن وسنت میں بہت سخت وعیدیں آتی ہیں جسکا اندازہ قرآن کی اس آیت سے لگایا جا سکتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَابَقِیَ مِنَ الرِّبَا اِنْ کُنْتُمْ مؤمنینَ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ الخ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سود کا جو حصہ بھی رہ گیا ہو اس کو چھوڑ دو، اگر تمہارے اندر ایمان ہے۔ اگر تم "سود" کو نہیں چھوڑو گے یعنی سود کے معاملات کرتے رہو گے تو اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔[31]

اسکے علاوہ احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے سودی معاملہ کرنے والے پر لعنت کے ساتھ ساتھ سودی معاملہ کو اپنی ماں کے ساتھ زنا کے مترادف قرار دیا ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

1۔ الرِّبا سبعون حُوباً ایسرها مثل ان ینکح الرجل امه[32]

سود کے گناہ کے ستر درجات ہیں اور ان میں کمتر درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

2۔ لعن رسول الله ﷺ اٰکل الربا و موکله و شاهده و کاتبه[33]

رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے اور (سودی معاملہ پر) گواہ بننے والے اور لکھنے والے پر لعنت فرمائی۔

3۔ سود ایسا جرم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے مرتکبین پر دنیا میں قحط کا عذاب آ جاتا ہے۔[34]

عصر حاضر میں سود کی جو کثرت اور عموم ہے اس کے بارے میں بھی امام الانبیاء ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔ کہ

لیاتین علی النَّاس زمَانٌ لا یبقی منهم احد الا اکل الربا فمن لم یاکله اصابه من غُبَارِهِ[35]

لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ کوئی سود کھانے سے بچ نہ سکے گا اگر سود نہیں کھائے تب بھی اس کا غبار لگ کر رہے گا۔

5۔ قمار (جوا)

لغوی معنی: قمار لغت میں قامرہ، مقامرۃ باب مفاعلہ سے ہے جسکا معنی ہے باہم جوا کھیلنا عربی زبان میں قمار سے قریب المعنی ایک اور لفظ "میسر" کا ہے۔

1۔ اصطلاحی معنی:

قمار ایسے مقابلہ کو کہتے ہیں جس میں دونوں فریق کی جانب سے بازی لگائی جاتی ہو کہ ہارنے والا جیتنے والے کو حسب معاہدہ مقررہ چیز ادا کرے گا۔

كل لعب يشترط فيه غالباً من المتغالبين شي من المغلوب۔[36]

2۔ مولانا محمد عاشق الٰہیؒ نے قمار کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر اور مبہم ہو شریعت میں اسے قمار کہا جاتا ہے۔[37]

حرمت قمار کے بارے میں قرآن مجید کی تاکید

قمار کی حرمت کے بارے میں قرآن مجید میں جو لب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے وہی اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ شریعت کی نگاہ میں یہ کتنا شدید گناہ اور مزموم فعل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَايها الَّذينَ أمنو انما الخمر و الميسر و الانصاب و الازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه[38]

اے ایمان والو بیشک شراب اور جواء اور بت اور تقسیم کے تیر گندگی ہے اور شیطان کے کام سے ہے پس بچو اس سے تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

امام رازیؒ نے اس آیت میں حرمت اور تاکید کی آٹھ وجوہ ذکر کی ہیں، نمبر 1: اس آیت کی ابتدا "انما" کے لفظ سے کی گئی ہے جو حصر کو بتلاتا ہے۔ گویا کہ یہی چار افعال (شراب، جواء، انصاب، ازلام) ہیں جو ناپاک اور شیطانی عمل کہلانے کے مستحق ہیں۔

نمبر 2: ان افعال سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

نمبر 3: اجتناب کو باعث فلاح بتایا گیا، گویا ان کا ارتکاب باعث نقصان ہے۔

نمبر 4: لعلکم تفلحون سے ان کے ارتکاب کو ناکامی و نامرادی قرار دیا۔

نمبر 5: اسکے دنیوی اور دینی نقصانات بتائے گئے کہ دنیا میں بغض و عداوت کا باعث اور دینی اعتبار سے اللہ کے ذکر سے محرومی کا باعث ہے۔

نمبر 6: فھل انتم منتھون، کہ اللہ نے استفسار فرمایا کہ کیا اب بھی تم اس سے باز نہ آوگے؟۔

نمبر 7: شراب اور جوے سے ممانعت کے بعد اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا اور مخالفت سے بچنے کی تلقین کی ہے۔"و اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و احذروا"

نمبر 8: مزید تنبیہ و تاکید کی غرض سے فرمایا گیا "فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلٰغ المبین"۔

قرآن مجید کے اس لب ولہجہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قمار کس قدر مذموم اور اللہ اور اس کے رسول کے لیے ناراضگی کا باعث ہے۔[39]

قمار دراصل حصول مال کا ظالمانہ طریقہ اور مال بے جا اور ناجائز طریقہ پر خرچ کرنا ہے۔ اسکے علاوہ قمار انسان کو آن کی آن میں کوڑیوں کا محتاج بنا دیتا ہے اور بعض اوقات مال و جائیداد سے گزر کر انسان کی عزت و آبرو پر بھی بن آتی ہے۔ اسی لیے قمار کی حرمت پر تمام فقہا کا اتفاق ہے۔

جرائم کا انسداد

1۔ شرعی سزاؤں (حدود، قصاص اور تعزیرات) کا نفاذ

جرائم کے انسداد میں شرعی سزاؤں کے نفاذ کا ایک بہت بڑا عمل دخل ہے شریعت کے ان احکامات کو اگر اپنی روح کے ساتھ نافذ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ معاشرہ سے جرائم کا خاتمہ ممکن ہو گا بلکہ معاشرہ امن کا گہوارہ بھی بن جائے گا۔

ذیل میں ان مذکورہ احکامات شرعیہ کا مختصر تعارف، فوائد و حکم پیش کرنے کی کوشش کرینگے۔

1۔حدود:

لغوی معنی

حدود جمع ہے "حد" کا لغت میں "حد" کے معنی روکنے کے ہیں۔دربان (چوکیدار) جو گھر کی حفاظت کرتا ہے اور لوگوں کو اندر جانے سے روکتا ہے "حداد" کہلاتا ہے۔[40]

اصطلاحی معنی:

اصطلاح شریعت میں "حدود" وہ تمام مقررہ سزائیں ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر دی جاتی ہیں۔

علامہ کاسانیؒ نے حد کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

عبارة عن عقوبة مقدرة واجبة حقاً لله تعالیٰ

حد کی مذکورہ تعریف فقہاء، اور احناف کی توضیح کے مطابق ہے، جسکی رو سے حد کا تعلق صرف شریعت کی مقرر کردہ ان سزاؤں کے ساتھ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہوں۔اور وہ پانچ ہیں:

1۔حد زنا۔

2۔حد سرقہ (چوری)۔

3۔حد قذف (بہتان)۔

4۔حد شرب خمر (انگوری شراب)۔

5۔حد سُکر (دوسری نشہ آور اشیا)۔[41]

جبکہ دوسرے فقہاء کے نزدیک شریعت کی طرف سے تمام مقررہ سزائیں "حد" کہلاتی ہیں، چاہے ان کا تعلق اللہ کے حق سے ہو، یا انسان کے حق سے، اس لئے ان کے یہاں حدود کی تعداد آٹھ تک پہنچ جاتی ہیں۔

زنا، سرقہ، قذف، نشہ کے علاوہ ڈکیتی (حرابہ)، بغاوت، ارتداد اور قتل عمد، جس سے قصاص واجب ہوتا ہے۔[42]

2۔**قصاص**

لغوی معنی

قصاص کا لفظ "قص" سے ماخوذ ہے، قص کے معنی دوسرے کے نقش قدم تلاش کرنے اور اس پر چلنے کے ہیں۔[43]

اصطلاحی معنی

اصطلاح شریعت میں کسی شخص کو جسمانی ایذا یا قتل کر دینے کی وجہ سے مجرم کو وہی سزا دینے کا نام 'قصاص" ہے۔عربی زبان میں اس کو "قود' بھی کہتے ہیں۔اور حدیث میں بھی قصاص کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔[44]

مذکورہ تعریف کی رو سے معلوم ہوا کہ "قصاص" کا تعلق قتل انسانی کے علاوہ کسی جسمانی ایذا دینے کے ساتھ بھی ہے۔

قصاص کا وجوب شریعت کے ادلہ معتبرہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس) سے ثابت ہے۔

3۔تعزیرات

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اسلام نے نہ تو تمام جرائم کا احاطہ کیا ہے اور نہ ہی ان تمام کیلیے سزائیں مقرر کی ہیں، بلکہ ان میں سے چند کی سزائیں مقرر کی ہیں اور باقی کو وقت، حالات اور قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے، ایسے جرائم کی سزاؤں کو شریعت نے تعزیرات سے تعبیر کیا ہے۔

تعزیر کے لغوی معنی

تعزیر "عذر" سے ماخوذ ہے جسکے معنی رکنے کے ہیں (معناہ المنع و الردُّ) اسی سے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وتُعَزِّرُوْہُ[45]

اور تم ان کی حفاظت کروگے۔(12)

اصطلاحی معنی

فقہاء کی اصطلاح میں تعزیر ان جرائم پر دی جانے والی سزاؤں کو کہتے ہیں جن کے لیے کتاب وسنت میں سزائیں متعین و مقرر نہ ہوں۔

شرعی سزاؤں کے فوائد وحِکم

شرعی سزاؤں کا نفاذ معاشرہ کی جرائم سے حفاظت اور امن وامان قائم کرنے میں نہایت اہم اور مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

سارق (چور) کو اگر قطع ید (ہاتھ کاٹنا) کی سزا دی جائے اور قاتل کو قصاصاً قتل کر دیا جائے تو اس سے نہ صرف ان مجرموں کو اپنے کیے کا بدلہ ملے بلکہ دوسرے لوگ بھی اس سے عبرت حاصل کر کے اجتناب کی کوشش کرینگے اسی لیے قرآن کریم نے قصاص (قتل کا بدلہ) کو حیوۃ (زندگی) قرار دیا ہے)

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

ولکم فی القصاص حیوۃ یاأولی الالباب[46]

اے صاحب عقل وخرد قصاص میں تمہارے لیے زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ ایک آدمی قتل ہو گیا اور جب قصاص میں قاتل کو بھی قتل کر دیا گیا، تو ایک اور جان ضائع ہو گئی حالانکہ اللہ تعالیٰ اسے زندگی سے تعبیر کرتے ہیں۔

مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ فرماتے ہیں:

کہ قصاص کی عدم موجودگی میں لوگ بلاخوف وخطر قتل کے مرتکب ہوں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں چھوٹی موٹی سزا بھگت لیں گے، جان تو بچ ہی جائے گی۔ برخلاف اس کے جب قصاص کا قانون موجود ہوگا، اور لوگوں کو علم ہوگا کہ قتل کے بدلے میں قاتل بھی قتل کیا جائے گا تو وہ قتل جیسا بڑا جرم کرتے وقت سو دفعہ سوچے گا، اور ایسے اقدام سے باز آجائے گا۔ اسی طرح چوری کا بھی یہی حال ہے اگر لوگوں کو حد جاری ہونے کا یقین ہو تو پھر چوری کرنا اتنا آسان نہ ہو۔[47]

یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ اسلام کی مقررہ سزائیں جرائم کے سد باب میں اس درجہ مفید ہیں کہ کوئی دوسرا قانون انکی ہمسری نہیں کر سکتا۔

چنانچہ جن ممالک میں یہ سزائیں عملاً نافذ ہیں وہاں جرائم کا نام ونشان نہیں ہے۔ یہ صرف ماضی کی بات نہیں آج کوئی شخص سعودی عرب میں جا کر امن وامان کی صورت حال اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ آج کے گئے گذرے زمانے میں بھی لوگ قیمتی مال واسباب سے بھری ہوئی

دکانیں بلاخوف وخطر کھلی چھوڑ جاتے ہیں کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ ایک حبہ اٹھاسکے۔ حالانکہ یہ سزائیں وہاں صرف گنتی کے چند لوگوں پر جاری ہوئی ہیں۔

لیکن افسوس کہ ان چشم کشا حقائق کے باوجود بھی آج کی مہذب اور "ترقی یافتہ" دنیا چور کے ہاتھ کاٹنے، قاتل کو قصاصاً قتل کرنے پر بہت چین بجبین ہے، اور انہیں اسلام کی ان منصفانہ سزاؤں سے وحشت کی بو آتی ہے۔ انتہا یہ کہ ہیروشیما اور ناگاساکی کے رحم دل سورماؤں اور افغانستان، عراق اور شام کے ہنستے بستے شہروں کو راکھ کا ڈھیر بنانے والوں کو بھی یہ سزائیں بڑی سخت نظر آتی ہیں، اور وہ لوگ بھی اسلام کی مقرر کی ہوئی سزاؤں پر اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے، جن کے جیل خانے مجرموں کی باقاعدہ پرورش گاہ بن چکے ہیں، لیکن اس رحم دلی کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے جسم کے کسی سڑے ہوئے عضو کو کاٹنے پر کوئی رحم کھانے لگے، ایسی رحم دلی کا نتیجہ پورے جسم پر بدترین ظلم کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ ان دانشوروں کو اس مظلوم انسانیت پر کوئی رحم نہیں آتا جو جرائم کے دہکتے ہوئے انگاروں پر پڑی سسک رہی ہے لیکن گنتی کے ان چند ظالموں اور مجرموں کے ہاتھ کاٹنے پر ان کی انسانی ہمدردی فوراً جوش میں آجاتی ہے جن کا وجود ایک مستقل ناسور کی حیثیت رکھتا ہے اور جس پر رحم کھانے سے پوری دنیا بدامنی اور بے چینی کے عذاب الیم میں مبتلا ہے۔

5۔ خوف خدا اور فکر آخرت

جرائم کے انسداد کا ایک اہم اور مؤثر طریقہ انسانوں کے دلوں میں خوف خدا اور فکر آخرت پیدا کرنا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہی وہ واحد طریقہ ہے جو انسان کو جرم سے باز آنے پر مجبور کرسکتا ہے خوف خدا اور فکر آخرت پیدا کرنے کیلیے انسان کے قلب وذہن میں یہ حقیقت راسخ کردی جائے کہ زندگی صرف اس دنیا تک محدود نہیں ہے بلکہ اصل زندگی وہ ہے جس سے مرنے کے بعد سابقہ پڑتا ہے۔ قبر میں پہنچ کر انسان کے نفع وضرر اور رنج وراحت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم نہیں ہوجاتا بلکہ وہاں سے ایک ایسی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

یہ حقیقت اگر انسان کے دل ودماغ میں اچھی طرح بیٹھ جائے تو صرف یہی وہ چیز ہے جو انسان کے اعمال وافکار پر رات کی تاریکی اور جنگل کی تنہائی میں بھی پہرے بٹھاسکتی ہے اور جب تک کسی قانون کی پشت پر اس حقیقت کا مستحکم ایمان موجود نہ ہو، اس وقت تک وہ عمل کی دنیا میں کامیاب نہیں ہوسکتا اور یہی وہ راز ہے جس کے پیش نظر قرآن کریم نے ہمیشہ اپنے ہر قانون کے آگے پیچھے خوف خدا اور فکر آخرت کے مضامین بیان کیے ہیں اور کوئی قانون "تقوی" کی تاکید کے بغیر نہیں اتارا۔

جب آنحضرت ﷺ کو دنیا میں مبعوث کیا گیا اس وقت پورے جزیرہ عرب میں بدامنی اور بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر طرف لوٹ مار اور قتل وغارت کا بازار گرم تھا۔ بدامنی اور بے چینی کے اسی ماحول میں سرکار دوعالم ﷺ نے یہ خبر دی تھی کہ:

"ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ ایک عورت تن تنہا مکہ سے حیرہ تک سفر کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔"[48]

اور دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے پہلے ہی وہ وقت آچکا تھا، وہی جزیرہ عرب جہاں کسی کی جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں تھی۔ اسی جزیرے میں امن وآشتی سے بھرا ایک ایسا پاکیزہ معاشرہ پروان چڑھا جسکی نظیر چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھی تھی، یہ حیرت انگیز انقلاب نہ سرکاری محکموں کے بل پر اور نہ ہی قانون کی گرفت مضبوط کرنے پر لایا گیا تھا بات اگر کوئی تھی تو وہ صرف یہ تھی کہ مخلوق کے دل میں خوف خدا اور فکر آخرت پیدا فرمائی۔

یہ آنحضرت ﷺ ہی کا کارنامہ تھا کہ آپ ﷺ نے بچے بچے کے دل میں خدا کا خوف اور آخرت کی فکر اس طرح جاگزیں کردیں تھی جیسے وہ جنت و دوزخ کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہوں۔اور اسی کا لازمی نتیجہ تھا کہ اول تو کسی جرم کی طرف قدم اٹھتے ہی نہ تھے۔اور اگر کبھی اتفاق سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا تو آخرت کا خیال اس وقت تک چین سے بیٹھنے نہ دیتا تھا جب تک اس کی مکمل تلافی نہ ہو جائے۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

آج بھی جرائم کی روک تھام کا اگر کوئی مؤثر راستہ ہے تو وہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انسان کو اس کے گرد و بیش میں پھیلی ہوئی دنیا کی حقیقت سے باخبر کیا جائے جب تک انسان میں خدا کا خوف اور آخرت کی فکر پیدا نہیں ہو گی، جب تک اس کے قلب و دماغ میں اخروی جزا و سزا کا عقیدہ رچا یا نہیں جائے گا، جب تک اس کے دل میں مرنے کے بعد کے حالات کا استحضار پیدا نہیں ہو گا، اس وقت تک جرائم کی برق رفتار اضافہ میں کمی نہیں آسکتی، آپ صرف کاغذی قوانین پولیس کی نگرانی اور عدالتوں کے خوف سے جرائم کا صرف اوپری علاج کر سکتے ہیں، جس سے جرم کا بھیس تو بدل سکتا ہے اس کا استیصال نہیں ہو سکتا کیوں کہ دلوں پر پہرہ بٹھانے کا راستہ آخرت کے تصور کے سوا کچھ نہیں۔[49]

حواشی و حوالہ جات

[3]۔ فیروزالدین، مولوی، **فیروزاللغات**:456، فیروز سنز، لاہور (بدون تاریخ)۔

[4]۔ کیرانوی، وحیدالزمان، مولانا، **القاموس الوحید**:252، ادارہ اسلامیات، کراچی، 2001ء۔

[5]۔ ہیئۃ کبار علماء الاسلام، **الموسوعۃ الفقھیہ**:61:59، مکتبہ علوم الاسلامیہ چمن، 2011ء۔

[6]۔ الاصفہانی، الامام الراغب، **مفرادات الفاظ القرآن** :454، دارالقلم، دمشق، (بدون تاریخ)۔

[7]۔ جیمس مورای، **اکسفورڈ ڈکشنری**، 1884ء۔

[8]۔ رحمانی، خالد سیف اللہ، **قاموس الفقہ** 3:90، زم زم پبلشرز، کراچی، 2015ء۔

[9]۔ بدوی، علی، **الاحکام العامہ فی القانون الجنائی** :39، مطبعۃ نور، القاہرہ۔

[10]۔ فرانسس لائبر، **دی انسائکلوپیڈیا امریکا**139:8،33۔1829ء۔

[11]۔www:duhaime,org\dictionary\dict-c.htm

[12]۔ البیھقی، ابو بکر احمد بن الحسین، **شعب الایمان** 5:267، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1410ھ۔

[13]۔ النساء4:93۔

[14]۔ النساء4:92۔

[15]۔ المائدہ5:32۔

[16]۔ امام بخاری، محمد بن ابرھیم بن اسماعیل، **باب القصاص یوم القیامۃ** 2:967، قدیمی کتب خانہ، کراچی 1961ء۔

[17]۔ **صحیح البخاری**، کتاب الاشربۃ، باب شرب السم والدواء2:860۔

[18]۔ **صحیح البخاری**، باب ماجاء فی قاتل النفس1:182۔

[19]۔ البقرۃ2:188۔

[20]۔ حسین بن علی، **البحر الرائق**5:84، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ (بدون تاریخ)۔

[21]۔ ابن عابدین، محمد امین، **الدالمختار مع الرد**9:298، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ (بدون تاریخ)۔

[22]۔ الزحیلی، وھبۃ مصطفی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ** 5:572، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔

23۔ الکاسانی، علاؤالدین ابی بکر بن سعود، **البدائع الصنائع** 6:47 مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔

[24]۔ المائدہ5:33۔

[25]۔ عثمانی، محمد شفیع، مفتی، **معارف القرآن** 3:115، ادارۃ المعارف، کراچی، 1997ء۔

[26]۔ المائدہ5:38۔

[27]۔ **صحیح البخاری**، باب ماجاء فی سبع ارضین1:456۔

[28]۔ بلیاوی، عبدالحفیظ، **مصباح اللغات** :277، قدیمی کتب خانہ، کراچی (بدون تاریخ)۔

[29]۔ حم السجدہ41:39۔

[30]۔ **الھندیہ**3:117، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ، 1983ء۔

[31]۔البقرہ2:278۔

[32]۔الھیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر، **مجمع الزوائد** 4:117،دار الفکر، بیروت1412ھ۔

[33]۔امام ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، **سنن ابی داؤد**، باب ماجاء فی اکل الربٰوا وموکلہ 2:117، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔

[34]۔الامام، احمد بن حنبل، **المسند**4:205،دار صادر بیروت (بدون تاریخ)۔

[35]۔ابن ماجہ، محمد ابن یزید، **سنن ابن ماجہ** 2:165، قدیمی کتب خانہ کراچی (بدون تاریخ)۔

[36]۔رحمانی، سیف اللہ خالد، **قاموس الفقہ**4:524،زم زم پبلشرز، کراچی2015ء۔

[37]۔الہی، مولانا محمد عاشق، **انوار البیان**2:163،دارالاشاعت، کراچی،2006ء۔

[38]۔المائدہ5:90۔

[39]۔امام رازی، فخر الدین محمد بن عمر، **مفاتیح الغیب** 12:67،دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ،2000ء۔

[40]۔بلیاوی، عبدالحفیظ، **مصباح اللغات** 140، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

[41]۔الکاسانی، علاءالدین ابی بکر بن سعود، **بدائع الصنائع**7:33، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ۔

[42]۔الزحیلی، وھبۃ مصطفی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**،6:12، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، کوئٹہ۔

[43]۔فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، **القاموس المحیط** 61،المکتبۃ الشاملہ۔

[44]۔رحمانی، خالد سیف اللہ، **قاموس الفقہ** 4:504،زم زم پبلشرز کراچی،2015ء۔

[45]۔الفتح48:9۔

[46]۔البقرہ2:179۔

[47]۔سواتی، عبدالحمید، **معالم العرفان**3:165، مکتبہ دروس القرآن، گجرانوالہ،2014ء۔

[48]۔الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، **أعلام النبوۃ**،1:15،دار و مکتبہ ھلال، بیروت،1409ھ۔

[49]۔عثمانی، محمد تقی، مفتی، **اصلاح معاشرہ**41، مکتبہ دارلعلوم کراچی،1999ء۔